© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

ہمارے ہمسایہ ملک پاکستان میں آج کل صدارتی انتخاب کی مہم بڑے زور شور سے جاری ہے، یوں تو اس قسم کے معاملات ہر ملک کے اپنے ہوتے ہیں اور اس ملک کے لوگوں کو اختیار ہوتا ہے کہ اُلٹا کریں یا سیدھا۔ دوسروں کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں، لیکن جو چیز اسلام کے نام پر کہیں اور کسی جگہ بھی کی جائے، ساری دنیا کے مسلمانوں کو اُس سے دلچسپی لینا ناگزیر ہے، علاوہ ازیں پاکستان ہمارا بہت قریبی پڑوسی ملک ہے اور اس حیثیت سے اُس کی خوش حالی اور اُس کا استحکام طبعی طور پر ہمارے دل کی آرزو ہونی چاہیئے، اس بنا پر اس صدارتی انتخاب سے ہم کو بھی دلچسپی ہے اور صدر ایوب خان کے مقابلہ میں مس فاطمہ جناح کے امیدوار ہونے نے اس دلچسپی کو دو چند کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ جیسا کہ مسلمانوں کی عام فطرت اور جبلت بن گئی ہے، اسلام کو اس موقع پر بھی اپنی اغراضِ فاسدہ کے لئے بڑی جسارت اور دلیری سے توڑا مروڑا جا رہا ہے، گویا دین و شریعت کیا ہوئے؟ موم کی ناک ہیں جیسا چاہا بنا دیا، مس فاطمہ جناح کی حمایت اگر خالص سیاسی یا ملکی مصالح کے پیشِ نظر کی جاتی اور اسلام کا پاؤں درمیان میں نہ آتا تو غنیمت تھا، دین سے تلاعب اور شریعتِ محمدی سے بازیگری کے جرم کا ارتکاب تو نہ ہوتا لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ صدر ایوب کی مخالفت میں جو علماء پیش پیش ہیں وہ اعلان پہ اعلان کر رہے ہیں کہ اسلام میں ایک عورت کا سربراہِ مملکتِ اسلامی ہونا ممنوع نہیں ہے، اور ایک بڑے مولانا نے تو چیلنج کیا ہے کہ اگر ممنوع ہے تو کوئی شخص بتائے کہ قرآن میں یا حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے؟ ان حضرت سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی چیز کے ممنوع ہونے کے لئے قرآن یا حدیث میں اُس کا بصراحت مذکور ہونا ہی شرط ہے تو پھر آپ بینک کے سود اور بیمہ کو، برتھ کنٹرول اور رقص و سرود کو کیوں ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں؟ ان کے لئے قرآن یا حدیث میں کوئی حکم بطور عبارت النص کہاں ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے ہر وہ شخص جس نے قرآن کا مطالعہ ایمان داری اور ہوائے نفس کے بغیر کیا ہے، وہ لازمی طور پر اس کو تسلیم کرے گا کہ اسلام ہرگز ایک عورت کے سربراہِ مملکت ہونے کا حامی اور موید نہیں ہو سکتا، ایک سربراہِ مملکت کے لیے ضروری ہے کہ وہ (قرآن کی تصریح کے مطابق) بسطۃً فی الجسم اور بسطۃً فی العلم رکھتا ہو، یعنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کے اعتبار سے اسے ممتاز ہونا چاہیئے، تاکہ تقنین اور تنفیذ، یہ دونوں کام باحسنِ وجوہ انجام دے سکے، وہ سرحدوں کی حفاظت کر سکے، جنگ میں فوج کا قائد بن سکے، مملکت اور ریاست کے اُلجھے ہوئے معاملات کو حسنِ تدبیر کے ناخن سے کھول سکے، ملک کے داخلی اور خارجی امور میں رہنمائی اور ان کی نگرانی کا فرض ادا کر سکے، ساتھ ہی اُس کی شخصیت ایسی باوقار اور پُر رعب ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے فیصلوں کو منوا سکے اور اپنے احکام کو نافذ کر سکے، ازروئے قرآن یہ تمام اوصاف و کمالات بیک وقت ایک مرد میں ہی ہو سکتے ہیں۔ عورت میں نہیں۔ کیوں کہ قرآن عورت کو مرد کے مقابلہ میں ایک صنفِ ضعیف و لطیف مانتا ہے، اور ظاہر ہے ایک صنفِ لطیف و ضعیف حکمرانی کے اس بھاری بوجھ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ کون نہیں جانتا قرآن میں صاف طور پر مذکور ہے، اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ، مرد عورتوں پر محافظ اور نگراں ہیں، تو کیا ایک عورت کو سربراہِ مملکت بنا کر ملک کے تمام مردوں پر حاکم اور فرمانروا بنا دینا قرآن کے اس ارشاد کو یک لخت پلٹ دینا نہیں ہے، ایک فرماں روائے ملک کے لئے بااختیار و با اقتدار ہونا ضروری ہے اور یہ معلوم ہے کہ ازروئے احکامِ شریعت و صنفی خصوصیات، عورت مرد کی طرح مکمل طور پر بااختیار نہیں ہے، چنانچہ ایک عورت کو وراثت میں حصّہ مرد سے آدھا ملتا ہے، ہر ماہ اسے نماز اور تلاوتِ قرآن سے اور روزہ رکھنے سے چند روز کے لئے محروم ہونا پڑتا ہے۔ حمل اور ولادت کے دنوں میں اُس کی معذوریاں بڑھ جاتی ہیں۔ اور وہ کسی کارِ گران و ثقیل کی متحمل نہیں ہو سکتی، دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ چار عورتوں کی گواہی دو مردوں کے برابر نہیں، بلکہ بہر حال ایک مرد ضرور ہونا چاہیئے، اور قرآن نے اس کی وجہ بھی بتا دی "لِتُذَكِّرَ إِحْدٰىهُمَا الْأُخْرٰى" تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ یہی وہ حکم ہے جس کی بنیاد پر عورتوں کو حدیث میں ناقصات فی العقل کہا گیا اور اوپر جو معذوری مذکور ہوئی اُس کی وجہ سے ناقصات فی الدّین فرمایا گیا ہے، اور یہی وہ اسباب ہیں جن کے باعث عورت نماز میں امامت نہیں کر سکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلام اور بچوں پر جس طرح نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے اسی طرح عورت پر بھی فرض نہیں ہے، جہاد کا اگر حکم دیا جائے تو عورت پردہ عائد نہیں ہوتا، حج مرد پر صرف استطاعتِ زاد و راحلہ کی بنیاد پر فرض ہو جاتا ہے، لیکن عورت کا حال یہ نہیں، اُس کے لئے محارم میں سے کوئی ہمراہ ہونا بھی ضروری ہے۔ گھوڑے کی سواری کرنا اسلامی سماجیات میں عورت کے لئے نامحمود ہے، حدیث میں عورتوں کو آبگینہ (قواریر) کہا گیا ہے، اور یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عورت مرد کے مقابلہ میں بہت زُود رنج، نازک مزاج اور سریع الحس ہوتی ہے، چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے مذاق میں کوئی بات کہیے اور جھٹ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگیں گے، کوئی اچھا شعر گا کر اس کے سامنے پڑھیے اور فوراً اُس کا چہرہ تمتما اُٹھے گا۔ اس کی محبت بھی غضب کی ہوتی ہے اور نفرت بھی بلا کی، محبت ہو تو اسے اپنا سب کچھ لُٹا دینے میں تامل نہیں ہوتا۔ اور نفرت ہو تو مرغِ بسمل کا تماشہ اس کا محبوب کھیل بن جاتا ہے، یہی وہ عورت کی خلقی صفت ہے جس کے باعث قرآن میں اسے "فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ" فرمایا گیا ہے، علاوہ ازیں قرآن میں ہے "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" "اور وہ عورتیں رہیں اپنے گھروں میں" اس سے صاف معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرہ میں ایک عورت کا دائرۂ عمل امورِ خانہ داری تک محدود ہے۔ اور اسی بنا پر اسے "رَبَّۃُ الْبَیْتِ" گھر کی مالکہ کہا جاتا ہے۔ پھر عورتوں کے لئے قرآن میں حجاب کا بھی حکم ہے، جس کے باعث وہ مردوں سے اور مرد اُن سے خلا ملا نہیں رکھ سکتے، اب آپ فرمائیں اسلامی معاشرہ کا یہ نظام جو قرآن کی تعلیمات پر مبنی ہے، کیا یہ اس کا ثبوت نہیں ہے کہ از روئے شریعتِ محمدی ایک عورت کسی اسلامی مملکت کی صدر یا فرمانروا نہیں ہو سکتی، صدر ہونا تو کجا! وہ فوج کی کمانڈر، کلکٹر اور کمشنر، سپرنٹنڈنٹ پولیس اور جج نہیں ہو سکتی، صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ہے "ہرگز وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے اوپر عورت کو حاکم بنالے"

لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام میں یہ حد بندی عورت کی تنقیص ہرگز نہیں ہے، بلکہ اس کی صنف کا احترام اور اُس کی رعایت ہے، اسلام ہر چیز کو اُس کی اپنی جگہ پر رکھنے کا قائل ہے، وہ گُلِ تر سے شعلۂ اخگر کا اور نسیمِ سحر سے بادِ صرصر کا کام لینے کا حامی نہیں۔

© rasailojaraid.com